دورہ یورپ کے حالات، مختلف اقوام میں دعوت الی اللہ تیز کرنے اور یکجہتی کے لئے اپنے اندر لوہے کی مقناطیسی قوت پیدا کرنے کی نصیحت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱/ستمبر ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

گزشتہ تقریباً تین ہفتے میں یورپ کے بعض ممالک کے سفر پر رہا۔ سب سے پہلے تو ہالینڈ جانے کا موقع ملا پھر جرمنی میں تھوڑی دیر کیلئے، پھر سویڈن، آگے سے ڈنمارک تو ہم نہیں جاسکے لیکن ڈنمارک کی جماعت سویڈن کے اس حصے میں پہنچ گئی جو ڈنمارک کے بالکل قریب ہے اور پہلے ہمارا وہیں قیام تھا۔ پھر سویڈن کے دوسرے حصے میں یعنی جہاں ہماری مسجد ہے گوٹن برگ اس کے بعد ناروے میں اوسلو اور پھر شمال مغربی حصے کا دورہ کر کے جو دراصل ایک قسم کی ذاتی رخصت کا حصہ تھا آخری۔ پھر میں واپس آیا ہوں تو اس عرصے میں تین جمعہ باہر پڑھنے کا موقع ملا ہے تین جمعہ تو نہیں ایک تو سفر کے دوران آیا تھا دو جمعہ پڑھنے کا موقع ملا اور ایک جمعہ میں جو اسلام نے رخصت دی ہے اس سے استفادہ کیا گیا ہے اس دفعہ۔

جمعہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سفر میں پڑھا جا سکتا ہے تو پڑھنے کی اجازت ہے اور اگر دقت ہو تو نہ پڑھنا ناپسندیدہ نہیں یعنی ایسا معاملہ ہے جو بالکل بین بین ہے اگر چھوڑنا پڑے تو چھوڑ بھی دیا جائے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی بنا پر کہ اس حصے سے بھی استفادہ کرنا چاہئے اور اس حصے سے بھی بعض اوقات سفر میں جمعہ پڑھا اور بعض اوقات نہیں پڑھا۔ تو اسی سنّت پر عمل کرتے ہوئے ایک جمعہ آخری جو تھا گویا اس جمعہ سے پہلے وہ ہم نے بھی نہیں پڑھا صرف ظہر کی نماز اس دن پڑھی گئی۔

اس دوران جماعتوں سے تفصیلی ملاقات کا بہت موقع ملا انفرادی طور پر، خاندانوں سے بھی اور مجالس عاملہ کے ساتھ بیٹھ کر عمومی حالات کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔ ایک خوشی کی بات تو یہ ہے کہ بالعموم مسلسل جماعت کے ساتھ افراد جماعت کا تعلق بڑھ رہا ہے اور خلوص میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، اجتماعیت پیدا ہو رہی ہے، قربانی کا جذبہ بڑھ رہا ہے اور تبلیغ کا شوق بھی پہلے کی نسبت نمایاں زیادہ ہے۔ یہ پہلو جو بالعموم ترقی کا رجحان ہے اس کا یہ پہلو بہت خوش کن ہے اور تسلی بخش ہے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اس کا احسان ہے وہ جماعت کو محض ایک وقتی جوشیلی ترقی کی بجائے مستقل ترقی کا رجحان عطا فرما رہا ہے ورنہ وقتی طور پر تو بعض دفعہ ایسی قومیں بھی جو بگڑ چکی ہوں بعض نیک کاموں کے وقت اچانک اچھلتی ہیں اور ان کا قربانی کا معیار ایک دم بڑھ جاتا ہے لیکن بالعموم اسی تیز رفتاری کے ساتھ پھر وہ واپس بھی پہنچ جاتی ہیں۔ تو ایسی وقتی قربانی گو خوش کن تو ہوتی ہے، خوش منظر تو پیدا کرتی ہے لیکن قوموں کے احیاء کے لئے کافی نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے لازماً ایسی قربانی طلب کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ سے جو زندگی کا دائم حصہ بن جائے، جو انسان کی فطرت ثانیہ بن جائے اور وقتی حالات سے متاثر تو ہو لیکن اچھے رنگ میں اور جب وہ حالات گزر جائیں تو واپس پہلے مقام پر گرنے کی بجائے اور آگے بڑھتی رہے۔ یہ رجحان جماعت میں پیدا ہونا چاہئے اور الحمدللہ کہ پیدا ہو رہا ہے۔ گزشتہ چند سال میں، اس عرصے میں جب مجھے تفصیل سے جماعت سے تعلق کا موقع ملا ہے تو میں بہت مطمئن ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گاتا ہوں کہ وہ جماعت کو ایک مسلسل ترقی کے دور میں داخل فرما چکا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جو کمزور حصے ہیں ان پر نظر رکھنی بھی ضروری ہے اور خواہ کوئی ترقی کے کسی بھی مقام پر کھڑا ہوا سے آخری مقام قرار دیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ آخری مقام موت ہے،

موت کے سوا کوئی اور آخری مقام نہیں ترقی کا ہر مقام ایک منزل ہے اور اگر اس سے آگے کوئی منزل نہیں رہی تو پھر وہ آپ کی موت کا دن ہے۔

اس لئے لازم ہے کہ ہم ہمیشہ جہاں ترقی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں وہاں یہ دیکھتے رہیں کہ اگلی منازل کونسی ہیں، کون سے ایسے پہلو ہیں جن میں نقص رہ گئے ہیں، کونسی کمزوریاں دور ہونے والی باقی ہیں، کونسی نئی نیکیاں رائج ہونی چاہئیں۔ جب اس پہلو سے ہم دیکھتے ہیں تو بے حد خلا دکھائی دیتے ہیں۔ اتنی کمزوریاں نظر آنے لگتی ہیں کہ خدا کے فضلوں اور اس کے وعدوں کا حوصلہ نہ ہو تو دل ڈوبنے لگتا ہے۔ بالعموم ایک جماعت بڑی سہانی اور لہلہاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ انفرادی طور پر جب غور سے دیکھیں تو ہر انسان میں بشری کمزوریاں اس درجے تک پائی جاتی ہیں کہ اگر ان کو دور کیا جائے تو اس کے لئے بھی ایک عمر درکار ہے اور اگر وہ دور ہو جائیں تو اجتماعی قوت میں ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ اضافہ ہوسکتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ ہم نے ترقی حاصل کر لی اور آخری مقام تک پہنچ گئے نہایت ہی بڑی بیوقوفی ہوگی بلکہ ایک ایسی پالیسی ہے جو خودکشی کے مترادف ہے۔

پس حمد کے نقطہ نگاہ سے خدا کے فضلوں پر نظر رکھنے کے لحاظ سے ترقی کو دیکھنا چاہئے ترقی کی باتیں کرنی چاہئیں اس سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے لیکن ایک صائب النظر جماعت کی حیثیت سے ہمیں لازماً اپنی کمزوریوں پر مسلسل نگاہ رکھنی چاہئے اور ان کی تلاش کرنی چاہئے اور جب میں کہتا ہوں کہ کمزوریوں کی تلاش کرنی چاہئے تو انفرادی تجسّس کے رنگ میں نہیں۔ اس لئے نہیں کہ زید اور بکر میں کیا کیا خرابیاں ہیں جن کو میں معلوم کروں اور اچھالوں بلکہ کمزوریوں کی تلاش میں سب سے پہلے نفس کی کمزوریوں کی تلاش ضروری ہے اور جماعتی کمزوریوں میں انفرادیت سامنے نہیں آنی چاہئے بلکہ بالعموم جو خرابیاں پائی جاتی ہیں ان پر نظر ہونی چاہئے اور ان کو دور کرنے کے لئے انسان کو ہمدردی اور دلی جذبے کے ساتھ غور کرتے رہنا چاہئے۔

چنانچہ اس سفر کا جو مجھے ایک بڑا فائدہ ہوا اور جو مجھے فائدہ ہے وہ جماعت ہی کو فائدہ ہے کہ مجھے اس پہلو سے بھی جماعت کے مختلف حالات پر غور کرنے کا موقع ملا۔ ہر جماعت کے اپنے اپنے حالات جو ہر دوسری جماعت سے کسی رنگ میں مختلف ہیں، ان پر غور کرنے کا موقع ملا۔ تفصیلاً جو میرے جائزے کا ماحصل ہے وہ تو میں آج آپ کے سامنے پیش نہیں کرسکتا۔ بہت سا ایسا حصہ ہے جو

دوران سال زیرِ نظر رہے گا اوران کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ جو بھی طریق سجھائے گا ان پر جس طرح بھی عمل کی توفیق بخشے گا وہ ہم کرتے رہیں گے انشاء اللہ لیکن کچھ بنیادی اصولی باتیں ہیں جو میں مختصراً آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

جماعت کے سامنے وقتاً فوقتاً مختلف تحریکات کی جاتی ہیں۔ جب وہ تحریکات آپ سنتے ہیں یاان پر عمل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو ایک طبیعت میں جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے اور آپ کچھ دیر اس ہوا کے ساتھ بھاگتے ہیں لیکن بعض ہوائیں ایسی ہیں جو آپ کا عارضی ساتھ دیا کرتی ہیں۔ تقریروں کی ہوائیں بھی ایسی ہوا کرتی ہیں۔ ایک خطیب جب آپ کو ایک جوش دلاتا ہے تو اس کی ہوا اسی قسم کی ہوتی ہے جیسے تیزی سے بس گزر رہی ہو تو ساتھ دونوں طرف سڑک کے آپ دیکھیں تو کھیتیاں بس کی جانے کی سمت میں مڑتی ہیں اور تیز ہوا کا جھونکا ہے جو کھینچ رہا ہے۔ اگر بائیسکل چلاتے وقت آپ بس کی ہوا میں آپ تھوڑی دیر کے لئے آجائیں تو آپ کو تھوڑی دیر کے لئے ایک مزید قوت نصیب ہو جاتی ہے لیکن وہ آپ کا ساتھ نہیں دیتی۔ وہ ہوا آتی ہے گزر جاتی ہے وہ ایک تیز رفتاری کا اشارہ کر کے اس کا مزہ چکھا کر وہ آگے نکل جاتی ہے۔

تو اسی طرح انسانوں کے ساتھ معاملات ہیں جب ایک خطیب آپ کو توجہ دلاتا ہے، ایک نصیحت کرنے والا آپ کو سمجھاتا ہے کہ کیا کیا اچھی باتیں ہیں جو کرنی چاہئیں۔ تو اس کے نتیجے میں آپ کے اندر ایک وقتی ولولہ پیدا ہوتا ہے جو ضروری نہیں کہ آپ کی اپنی قوت ہو بلکہ وہ بیرونی ہوا کے اثر سے ایسی چیز پیدا ہوتی ہے۔ اسے دائم بنانا ایک اندرونی قوت کو چاہتا ہے اور وہ اللہ کا تقویٰ ہے۔ جب تک خدا کا تقویٰ نہ ہو اس وقت تک یہ عارضی تحریکیں مستقل نہیں بنا کرتیں۔ اس لئے سب سے اہم اور بنیادی بات تو یہی ہے کہ جتنی بھی تحریکات کی جاتی ہیں ان کو دوام بخشنے کے لئے اور صرف دوام بخشنے کے لئے نہیں بلکہ پہلے سے ہمیشہ آگے بڑھانے کے لئے ہر فرد جماعت کا تقویٰ بلند ہو، اس کے تقویٰ کا معیار اونچا ہو یعنی جو بات اچھی ایک دفعہ سوچے کہ میں نے کرنی ہے اس کے بعد ہر روز صبح شام اٹھتے بیٹھتے اپنے اللہ کے حوالے سے اپنے دل کا جائزہ لیتا رہے کہ میں نے یہ کام خدا کو خوش کرنے کے لئے کرنا تھا وہ میں نے کیا کہ نہیں کیا؟ کس حد تک میں اس میں پیچھے رہا ہوں؟ اور چونکہ خدا ہمیشہ ساتھ رہنے والا ہے اس لئے تقویٰ Impersonal چیز نہیں رہتا۔ تقویٰ محض کوئی ایسا

اصول نہیں ہے جسے یادرکھ کر آپ اپنے عزم کے نتیجے میں اس کے ساتھ چمٹے رہیں۔تقویٰ اللہ ہے یہ ایک لفظ نہیں ہے، اللہ کا تقویٰ جس کا مطلب ہے ایسی دائمی ذات کا خیال جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنے والی ہے اور یہ تقویٰ پیدا ہو ہی نہیں سکتا جب تک ایک زندہ ہمیشہ ساتھ رہنے والے ساتھی خدا کا تصور قائم نہ ہو۔

پس جس حد تک یہ خدا زندہ اور ساتھی ہے اس حد تک تقویٰ کا معیار بلند ہوگا۔علمی پہلو سے محض تقویٰ کا معیار بلند نہیں ہوسکتا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات تقویٰ پر ہیں وہ پڑھیں ان کا ایک اثر تو وہی ہوا کا سا اثر ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں پڑھتے ہیں تو جب تیز جھونکا آتا ہے جو آپ کو لے کر کئی قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔پھر باقی آپ کا تقویٰ ہے۔وہ تقویٰ اس علم کے باوجود جو آپ نے حاصل کیا آپ کو دوام نہیں بخشتا۔جب تک وہ تقویٰ اللہ صحیح معنوں میں نہ بن جائے۔جب تک اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایسا تعلق پیدا نہ ہو جائے کہ وہ رفیق ہو جائے، وہ ہمیشہ ایک Reference Point بن جائے۔ہمیشہ اس کے حوالے سے بات ہو اور اس کی طرف مخاطب ہو کر بات ہو اور اس کو دکھا کر بات ہو۔تو انسان کے اندر جو دکھاوے کا جذبہ ہے اس کا رخ موڑنا بھی ایک بنیادی تقویٰ کا اصول ہے اور اس کو نا سمجھنے کے نتیجے میں ہم اپنی بہت سے قوتوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔یہ تو ہو نہیں سکتا کہ انسان میں دکھاوہ نہ ہو۔جو یہ کہتا ہے کہ دکھاوے کے بغیر کوئی انسان رہ سکتا ہے بالکل جھوٹ بولتا ہے۔کامل نفس کا مرنا کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن دکھاوے کا رخ تبدیل ہونا اصل حقیقت ہے۔انبیاء انسانوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے تھے اور ان کے دکھاوے کا پہلو محض اپنے رب کی طرف مڑ جایا کرتا تھا تبتل الی اللہ اسی کا نام ہے۔یہ مطلب تو نہیں کہ باقی انسانوں سے تعلق توڑ لو ورنہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ رحمت للعالمین کیسے رہتے اگر انسانوں سے اور تمام مخلوقات سے تعلق ہی توڑ بیٹھتے۔

پس تبتل کا مفہوم بھی تقویٰ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔وہ تبتل پیدا کریں جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے پیدا فرمایا یعنی بنی نوع انسان کو جہاں تک آپ کی نیکیاں اور حسن کے دکھانے کا تعلق ہے اس سے کلیۃً مستغنی ہو چکے تھے۔ایک ذرہ بھی آپ کے دل میں یہ خیال نہیں تھا کہ کوئی مجھے دیکھ کر کیا سمجھ رہا ہے لیکن ہر لحظہ یہ خیال اپنے خدا کے مقابل پر تھا، اپنے خدا کی نسبت سے تھا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی آقا کی درس گاہ میں تربیت حاصل فرمائی اور آپ سے بھی جب یہ سوال ہوا تو آپ نے اسی قسم کا جواب دیا۔ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی نمازوں کی بعض دفعہ ایسی حالتیں پیدا ہوتی ہیں کہ اس وقت اور بھی لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں کبھی آپ کو خیال آیا کہ کوئی دیکھ رہا ہوگا اور کیا سمجھ رہا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا میں تو اسی طرح کا ایک تعلق رکھتا ہوں اس وقت دوسروں سے جس طرح تم اصطبل میں نماز پڑھ رہے ہو کبھی تمہیں خیال آئے گا کہ گھوڑے دیکھ رہے ہیں؟ ان پر کیا اثر پڑ رہا ہے تمہاری نماز کا؟

یہ ہے تبتل کی تعریف جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرما دی۔انسانوں سے تعلق کے لحاظ سے ان کے لئے رحمت بنو اپنے دکھاوے کے لحاظ سے ان کو گھوڑوں سے زیادہ اہمیت نہ دو۔ ایسے جانور جن کا دیکھنا نہ دیکھنا تمہارے لئے برابر ہے۔ یہ کامل تبتل جب ہو جائے تو دکھاوا سارا خدا کے لئے رہ جاتا ہے کیونکہ انسان دکھاوے کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔فطرت کے خلاف ہے وہ مر جاتا ہے جس کو اپنی نیکی کی وجہ سے تحسین حاصل نہ ہو۔اس لئے ایک ہی رخ ہے وہ تحسین حاصل کرنے کا کہ اپنے رب کو دکھا کر اس سے باتیں کرتے ہوئے انسان جس حد تک بھی اس کو توفیق ہو اس نیکی کا سفر اختیار کرے۔ ہر موڑ پر ہر پہلو پر وہ اپنے رب کو دکھاتا رہے کہ ہاں دیکھ! میں یہ کر رہا ہوں، میں یہ کر رہا ہوں یا یہ میں نہیں کر سکا، یہ نہیں کر سکا، یہ نہیں کر سکا اور اس کے نتیجے میں دل میں درد پیدا ہو پھر اس سے دعائیں نکلیں۔

تو تقویٰ کی حقیقت کو اگر آپ سمجھیں تو بہت بڑی زندگی کی عظمتوں کے راز تقویٰ میں شامل ہیں اور ساری نیکی کی تحریکات تمام نیک اثر جو آپ کو ہواؤں کی طرح آگے بڑھاتے ہیں ان کو دوام بخشنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کے حوالے سے اپنے دل کو طاقت دیں اور **ہر اچھے کام کو خود اپنے نفس کے جائزے کے ساتھ اس طرح دیکھا کریں کہ میں خدا کو کتنا خوش کر سکا ہوں یا کتنا بدنصیب ہوں کہ خدا کو خوش نہیں کر سکا۔**

دوسرا پہلو جو اس سفر کے دوران میرے سامنے آیا میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کو یاددہانی کرانی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ ساری باتیں اچھی ہوں لیکن اس کے باوجود انسان کمزور ہے اچھی باتیں سن کر بھی

ان کے اوپر عمل کرنے کی نیت رکھتے ہوئے بھی وہ کمزوری دکھاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ نے بار بار اس طرف توجہ دلائی کہ مومنوں کو نصیحت کر نصیحت مومنوں کو ضرور فائدہ پہنچائے گی۔

فَذَكِّرْ ۖ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ (الغاشیہ:۲۲)

نصیحت کر لیکن عارضی نصیحت کرنے والا نہ بن تو مذکر ہے۔ مذکر اس کو کہتے ہیں جو مستقل ناصح ہو، کبھی بھی نصیحت سے الگ رہنے والا نہ ہو۔ تو یاددہانیاں کرانے ایک نظام ہے ایک نصیحت کا نظام ہے جو درحقیقت جماعت کی انتظامیہ کے سپرد ہے۔ افسوس کے جماعت کی انتظامیہ بھی اس سے پھر غافل ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں میں نے جب جائزہ لیا مجھے افسوس ہوا یہ دیکھ کر کہ جو کام انتظامیہ کے سپرد کئے ہوئے تھے وہ انہوں نے نہیں کئے، اکثر جگہوں پہ نہیں کئے۔ بعض باتوں کے متعلق کہا تھا کہ ان کو مستقل اپنے ایجنڈے کا حصہ رکھیں ورنہ آپ بھول جائیں گے۔

مثلاً دعوت الی اللہ کی سکیم ہے اس سے اللہ کے فضل سے انفرادی طور پر لوگوں نے بے حد فائدہ اٹھایا ہے اور بعض جگہ جماعتی طور پر بھی یعنی باقاعدہ تنظیم کے تابع وہ لوگ جو پہلے دعوت الی اللہ کرنا جانتے نہیں تھے ان کو دعوت الی اللہ کا طریقہ آیا، اس کا شوق بڑھا اور نظم وضبط کے ساتھ انہوں نے کام آگے بڑھانا شروع کیا۔ لیکن اگر مجالس عاملہ اسے مہینے میں کم سے کم ایک دفعہ اپنے ایجنڈے میں شامل رکھتیں اور جس طرح کہ میں نے کہا تھا کہ وہ بار بار جائزہ لیتی رہیں بحیثیت مجلس عاملہ، بحیثیت ایک سیکرٹری اصلاح وارشاد نہیں۔ ساری مجلس عاملہ اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھے اور جائزہ لے کہ اس دور میں ہم نے کتنے مزید احمدیوں کو دعوت الی اللہ کا فن سکھایا ہے؟ ان کو ساتھ لے کر آگے بڑھے ہیں۔ کتنے نئے دائروں میں جماعت کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی ہے، کون سے علاقے تشنہ پڑے ہیں، کون کون سی قومیں خالی ہیں، کون کون سے گروہ ہیں مثلاً لسّانی اور دوسرے باہر سے آنے والے مہاجرین کے بھی بڑے گروہ ہوتے ہیں، کن کی طرف ہم توجہ کر سکیں ہیں، کن کی طرف توجہ کرنا باقی ہے؟ یہ سارے کام اتنے زیادہ ہیں کہ ایک فرد کا کام نہیں اور یہ بار بار بھول جانے والے کام ہیں۔ اس لئے جماعتوں کے لئے ضروری ہے کہ جو نصیحت کی جائے وہ انفرادی طور پر بھی یاد رکھنے کی کوشش کی جائے لیکن اُس سے بڑھ کر جماعتی طور پر یاد رکھنے کی کوشش کی جائے۔ انتظامیہ کو بعض ایسی باتیں جو مستقل ہدایت کا رنگ رکھتی ہیں چارٹس پر لکھ کر اپنے دفتروں میں لٹکا لینی چاہئیں تاکہ

بھولیں نہ اور باشعور قوموں کی طرح ان کی طرف Methodically ایک طریق کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اگر بار بار اس طرح ان کو یاددہانی ہوتی رہے اور وہ بیٹھیں اور غور کریں تو ہر غور کے نتیجے میں جماعت کا قدم آگے بڑھے گا۔

انسان بعض دفعہ غور کے نتیجے میں Excite ہونے لگتا ہے اور Excitement کے نتیجے میں پھر قوت پیدا ہوتی ہے۔ ایک مردہ دل انسان یا ایک مردہ دل جماعت تو کسی پہلو سے بھی خواہ وہ سب نیکی کے طریق جانتی ہو کسی پہلو سے بھی آگے نہیں بڑھ سکتی ۔ وہ جو طبعی جوش ہے وہ Excitement سے پیدا ہوتا ہے۔ فکر ونظر کے لئے بھی Excitement ضروری ہے۔ آپ عام حالات میں بیٹھے ہوئے ہیں شعر وشاعری کی طرف توجہ ہی کوئی نہیں۔ کوئی اچھا شعر کہنے والا آپ کے پاس آجاتا ہے یا کوئی اچھے شعر یاد رکھنے والا آجاتا ہے وہ ذکر چھیڑتا ہے ایک اچھا شعر پڑھتا ہے آپ کے دل میں ایک اور اچھا شعر پیدا ہو جاتا ہے خواہ شعریت کے نتیجے میں پیدا ہو یا کسی کا شعر یاد آ کر اور اس طرح بات بڑھتے بڑھتے آپ کا جو شعر کی طرف رجحان ہے وہ بہت ہی بلندی اختیار کر جاتا ہے۔

تو معاملات کو مجالس عاملہ میں رکھنے سے ہر ذہن Excite ہو جاتا ہے۔ وہ متحرک ہو کر پھر جماعت کے متعلق اچھی باتیں سوچتا ہے اور ان سب کے دل میں ایک ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اس لئے جو پروگرام مجالس عاملہ کے سپرد ہیں وہ مجالس عاملہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ مشکل ایک اور بھی میں نے دیکھی ہے کہ مجالس عاملہ پر بعض لوگ انحصار نہیں کرتے حالانکہ وہ امیر ہی نہیں ہے جس سے اس نے امارت حاصل کی ہے اس کے احکام کو نظر انداز کر رہا ہے۔ وہ امیر کیا ہوا؟ وہ تو امیر ہے ہی اس لئے کہ اس کو کسی نے امیر بنایا ہے۔ اگر وہ امیر بنانے والے کی ایسی ہدایات کو جو اس کے پاس امانت ہیں ان کی طرف بحیثیت امانت اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ امیر ہی نہیں ہے عملاً۔ اس لئے آخری بات پھر امیر پر آئے گی۔ امیر کو چاہئے وہ ذمہ دار ہے اور مجلس عاملہ کا ہر فرد ویسے بھی ذمہ دار ہے کیونکہ ساری مجلس عاملہ مخاطب ہے لیکن اوّل درجے کی ذمہ داری امیر پر عائد ہوتی ہے۔ ان باتوں پر غور کرتے رہا کریں دیکھتے رہیں اور جہاں جہاں بھی کوئی نقص پیدا ہو رہا ہے یعنی ہدایات کے عمل نہ کرنے کی حیثیت سے میں کہہ رہا ہوں اس نقص کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

بہت ہی امکانات ہیں احمدیت کی ترقی کے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن بدن بڑھ رہے

ہیں، قوموں کے رجحان پیدا ہو رہے ہیں اور پہلے سے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ عربوں کے متعلق میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اللہ کے فضل سے رجحان بہت نمایاں ہے لیکن اب میں نے سفر میں دیکھا ہے کہ پہلے سے بہت زیادہ بڑھ چکا ہے۔ گزشتہ سال میں جن جگہوں میں جا کر میں نے عرب نو احمدیوں کو دیکھا ان کی تعداد میں اضافہ، ان کی کیفیت، ان کے اخلاص میں اضافہ بعض تو یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے وہ خاندان احمدیت ہی میں پیدا ہوئے، احمدیت کی جھولی میں بلند ہوئے۔ حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں اور غیر معمولی اس قوم میں نیکی کے لئے قربانی دینے کا جذبہ ہے۔ خدا کا انتخاب غلط نہیں ہوسکتا۔ خدا نے آقا عربوں میں پیدا کیا تھا، غلام پنجابیوں میں پیدا کیا ہے اور یہ نسبت رہے گی آپ کو۔ وہ عرب جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں وہ دنیا کی ہر قوم سے بلند ہو جاتے ہیں اور جو دوسری قومیں عمل کرتی ہیں وہ بھی بلند ہو جاتی ہیں لیکن انفرادی طور پر۔ یہ ممکن ہے کہ ایک عجمی انفرادی طور پر ایک عرب سے بہت آگے نکل جائے لیکن آنحضرت ﷺ کو عطا کردہ تعلیم پر عمل کے نتیجے میں لیکن جب ہم قومی بات کرتے ہیں تو بالعموم بات کر رہے ہوتے ہیں۔ تبھی خدا تعالیٰ نے جو اول درجے کے انعامات تھے قرآن کریم میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٤ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٥ (الواقعہ: ۱۴-۱۵)

جو پہلے ہیں ان میں جوق در جوق لوگ شامل ہیں جو اس مقام تک پہنچ گئے۔ آخرین میں بھی پہنچنے والے ہیں لیکن اس اوّل مقام تک پہنچنے والے کم ہیں نسبتاً۔ یہ تفریق جو خدا تعالیٰ نے رکھی ہے یہ مطلب ہے اس کا، یہ مطلب نہیں کے عربوں کے سوا کوئی بلند مقام کو حاصل نہیں کر سکتا۔ مراد یہ ہے کہ اس قوم کو ہم نے اس لئے چنا ہے کہ اس میں بالعموم قربانیوں کا ولولہ ہے، قربانیوں کی استطاعت ہے اور فدا ہو جانا جانتے ہیں یہ۔ جب ایک دفعہ ایک بات کو سمجھ جائیں پھر اس کو قبول کرتے ہیں من وعن اور اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ جذبہ میں نے دیکھا ہے کہ عرب نئے آنے والے بہت سے پرانے احمدیوں سے آگے بڑھ گئے ہیں اور ان کے علاوہ باہر سے نئے عربوں کو بھی انہوں نے اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے اور ان میں اعلیٰ درجے کے صحافی بھی شامل ہیں، بڑے اچھے تعلیم یافتہ لوگ، بعض اور اپنے انسانی خواص میں امتیاز حاصل کرنے

والے، صلاحیتوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی عطا کردہ صلاحیتوں والے لوگ یہ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں اور توجہ بھی کر رہے ہیں۔

چنانچہ ایسا ایک صحافی نوجوان ابھی کچھ عرصہ پہلے احمدی ہوا جس کا اثر اپنے صحافی حلقے میں اتنا نمایاں ہے کہ اس نے مضمون لکھنے شروع کئے عراق وغیرہ اور دوسری جگہوں پہ اور اس سے ایک نمایاں شور پیدا ہو گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، احمدیت کے حق میں ایک عرب صحافی مضمون لکھ رہا ہے۔ ایک اخبار جو شدت سے احمدیت کے خلاف ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا، اس اخبار نے اس سے تعلق قائم کیا اور اس کو کہا کہ تم ہمارے لئے کوئی کالم لکھا کرو۔ اس نے کہا کالم تو میں لکھ دوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ احمدیت کی مخالفت ترک کر دو، جس رسالے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی جارہی ہیں اس میں میرا مضمون شائع نہیں ہوگا۔ اس نے وعدہ کیا اور جب میں پہنچا ہوں اس عرصے تک اس کے وعدے سے لے کر کوئی پھر اور مضمون شائع نہیں ہوا۔

تو اتنا ان میں جذبہ بھی ہے، اتنی قابلیت بھی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اور بعض ایسے صحافی عرب تھے دوسرے ممالک کے جنہوں نے بڑا شکوہ کیا کہ یہ احمدیت تھی تو آپ نے ہم سے چھپا کر کیوں رکھی ہوئی تھی۔ ہم تو دھوکے میں رہے، ہم تو صحراؤں میں بھٹکتے رہے ہمیں پتا ہی نہیں تھا کہ احمدیت کیا چیز ہے یہ تو عظیم نعمت ہے اور آپ نے ہمیں بتایا ہی نہیں۔ میں نے ان کو بتایا کچھ ہمارا بھی قصور ہوگا لیکن کچھ آپ لوگوں کا بھی قصور ہے یک طرفہ جھوٹی باتیں پھیلائے چلے جارہے ہیں۔ ہمارا لٹریچر جب پہنچے تو اس کو ضبط کر لیتے ہیں ہم کریں کیا؟ ہمیں آواز دینے کی اجازت نہیں ہے اور مخالفوں کو جھوٹ کھلم کھلا سر منبر بیان کرنے کی اجازت ہے بلکہ تحریک کی جاتی ہے بلکہ اس کے پیسے ملتے ہیں۔ خلاف گند لکھنے پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا جارہا ہے تو یہ مجبوریاں بھی ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں مجبوریاں بھی تھیں لیکن ہمیں اب خاموش نہیں بیٹھنا ہے جو میری استطاعت میں ہے جتنے میرے دوست ہیں صحافی یا دیگر صاحبِ علم لوگ میں اپنے آپ کو آج سے وقف کرتا ہوں کہ ان کو ہمیشہ احمدیت کا پیغام جس طرح بھی ہو سکے دیتا چلا جاؤں گا۔

تو ایسی قومیں ہیں مگر بعض ممالک میں ان کی طرف توجہ ہے عربوں کی طرف بعض میں نہیں حالانکہ میں بار بار توجہ دلا چکا ہوں کہ **یہ ایک بڑا قیمتی گروہ ہے اس کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے**

احمدیت کی آئندہ ترقی وابستہ ہے اس بات سے کہ ہم جلد از جلد عربوں کی غلط فہمیاں دور کریں اور ان کے احسانات کا بدلہ اُتاریں۔ ابتداء میں ان سے ہمیں اسلام ملا اب وہ اسلام سے بدقسمتی سے، اس کی حقیقت سے دور ہو گئے ہیں۔ اسلام کو ان کو واپس پہنچانا ان کے لئے تو ضالۃ المومن والی بات ہو گی لیکن ہمارے لئے احسان کا بدلہ اتارنے والی بات ہو جائے گی۔ اس لئے یہ بھی حصہ ہے۔

پھر چینی ہیں بہت سے مختلف ممالک میں آباد ہیں۔ آپ چین نہیں جا سکتے تبلیغ کے لئے چینی خدا نے بھیجا ہوا ہے آپ کے پاس کیوں اس کو تبلیغ نہیں کرتے؟ کیوں اس کے لئے وقف نہیں کرتے؟ ویت نامیز آ رہے ہیں، کئی دوسری قوموں کے مہاجرین ہیں، افغان مہاجرین ہیں جنہوں نے وہاں احمدیت پر مظالم کئے اور احمدیت کی آواز بند کر دی اب خدا نے ساری دنیا میں ان کو بکھیر دیا اور آپ کے دسترس میں داخل کر دیا ہے اب جب چاہیں ان تک پہنچ سکتے ہیں اور آزادی کے ساتھ ان کو تبلیغ کر سکتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ بڑے عظیم انتظام فرما رہا ہے۔

ترک (Turk) لوگ ہیں۔ مدتوں سے ترکوں کی طرف توجہ نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ ان کے قانون کی سختیاں تھیں لیکن بیرونی ممالک میں جو ترک ہیں وہاں تو ان کا قانون نہیں چلتا۔ یہ بھی بہت عظیم قوم ہیں باوجود اس کے کہ اتاترک نے سیاسی خدمات کیں لیکن اسلام کو دبانے کی کوشش کی اپنے ملک میں۔ بحیثیت فرد ترک میں آج بھی اسلام کا معیار بہت سے عرب ممالک سے زیادہ ہے۔ یعنی فیصد کے حساب سے جتنے ترک نمازی اور تعلق رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور محرمات سے پرہیز کرنے والے اتنے آپ کو کم دوسری قوموں میں ملیں گے۔ تو ترکوں کے ساتھ بھی جماعت کی ترقی بہت حد تک وابستہ ہے لیکن یہ بحث نہیں ہے کہ جماعت کی ترقی وابستہ ہے۔ ہمارا کام یہ ہے، ہم اس غرض کے لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ امت محمدیہ کو پہلے سنبھالیں، تجدید نو کریں اور پھر سارے عالم کے لئے ایک بہت بڑا پلیٹ فارم بنائیں جس سے سارے عالم کے لئے تبلیغ کا آغاز، آغاز تو ہو چکا ہے اس کو انجام تک پہنچایا جائے۔ یہ کام ہے جس کے لئے مجالس عاملہ کو غور کرتے رہنا چاہئے اس کے لئے میں نے جیسا کہ نے کہا تھا الگ الگ گروہ مقرر کرنے چاہئیں۔

ایک تیسری بات اہم یہ ہے کہ جب کام زیادہ ہوں تو اندرونی محبت کا بڑھنا ضروری ہے اور اختلافات کا ختم ہونا ضروری ہے۔ اختلافات جن جماعتوں میں پائے جاتے ہیں وہ کئی قسم کے ہیں

یا کئی قسم کے ہو سکتے ہیں۔ایک تو یہ کہ بعض جماعتوں دو نیم کر دیتے ہیں۔ایک حصہ ایک طرف، دوسرا حصہ دوسری طرف اور ایک دوسرے کی طرف مقابل ہو کر ایک دوسرے کی برائیاں دیکھنا اور اچھالنا اور ہر ایک کو یہ سمجھنا کہ یہ جماعت کی ترقی کی راہ میں روک ہے۔ایسی جماعتیں تو نہ صرف صفر ہو جاتی ہیں بلکہ منفی کی طرف تیزی سے حرکت کرنا شروع کر دیتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ بہت سی ایسی جماعتیں جو میری نظر میں تھیں خدا تعالیٰ نے بہت فضل فرمایا۔اب ان میں سے بھاری اکثریت ایسی ہے جو اس برائی سے آزاد ہو چکی ہے، نجات پا چکی ہے۔لیکن چند ایک گنتی کے ابھی باقی ہیں پاکستان میں بھی اور باہر کے ممالک میں بھی۔

پھر دوسرا اختلاف ہوتا ہے جو عاملہ میں ہوتا ہے۔آپس میں لڑتے رہتے ہیں خواہ مخواہ عاملہ میں مجلس میں جب بیٹھتے ہیں ایک اپنی چوھدراہٹ کے لئے جھگڑا کرتا ہے دوسرا اپنی چوھدراہٹ کے لئے اور جماعت کی چوھدراہٹ کی پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ اس کی پگڑی پارہ پارہ ہو کر بکھر گئی ہے، اس کی عزت خاک میں مل گئی ہے۔اپنی عزتوں کا خیال ہوتا ہے۔جہاں بھی مجلس عاملہ کے ممبر آپس میں لڑیں گے وہاں جماعت پر نہایت بے ہودہ اثر پڑتا ہے خواہ باقی جماعت اکٹھی بھی ہو اور ترقی کی راہیں وہاں پر بند ہو جاتی ہیں اور جماعت کا وقار ذلیل ہو جاتا ہے۔اس لئے اس قسم کے اختلافات کو بھی ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہئے بلکہ غیر معمولی توجہ کے ساتھ ان کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پھر جماعت کے اندر بعض طبقات ہیں یعنی چھوٹے گروہ بعض دوسرے چھوٹے گروہوں سے متصادم ہو جاتے ہیں، ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں اور خواہ مخواہ ان کی وجہ سے ہمیشہ جماعت میں بدمزگی اور چپقلش رہتی ہے۔ ہر قسم کے اختلاف کو ہمیں مٹانا ہے۔ایک امت واحدہ بنانا ہے تب دنیا کو امت واحدہ بنا سکیں گے اور اس کے لئے بنیادی اصول جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں ان کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔اختلاف سے نجات تو ممکن نہیں ہے۔ جس طرح میں نے کہا تھا دکھاوہ تو کرنا ہی ہے اگر خدا کو نہیں دکھائیں گے تو دنیا کو دکھانے لگ جائیں گے۔اسی طرح اختلاف سے بھی کوئی نجات نہیں ایک فطری حصہ ہے انسان کا اس نے اختلاف کرنا ہے اسی سے ترقی ہوتی ہے اس کو لیکن آنحضرت ﷺ نے صرف ایک قسم کے اختلاف کی اجازت دی ہے اختلاف سے منع نہیں فرمایا۔فرمایا:۔

اختلاف امتی رحمة (جمع الجوامع للسیوطی، حرف الهمزہ مع الخاء) میری امت، اگر وہ میری امت ہے تو صرف وہی اختلاف کرے گی جو رحمت ہو گا، جس کے نتیجے میں ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ایسا اختلاف جو سچ پر مبنی ہو جو دیانتدارانہ رائے کے اظہار پر مبنی ہو، جو شرافت اور ادب کے اصولوں کے تابع ہو اس کے نتیجے میں رحمت ہے، رحمت میں محبت کا بڑھنا داخل ہے بلکہ سب سے اہم نکتہ رحمت کا محبت ہے۔تو فرمایا میری امت کا اختلاف دوسرے لوگوں کے اختلاف کی طرح نہیں ہے کیونکہ باقی اختلاف نفرتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں، باقی اختلاف انشقاق پیدا کر دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ میری امت جو تقویٰ پر مبنی اختلاف کرتی ہے اس کے نتیجے میں ایک دوسرے سے پیار بڑھتا ہے ایک دوسرے سے شفقت بڑھتی ہے، ایک دوسرے سے رحمت بڑھتی ہے۔

تو یہ اسلوب ہو اگر اختلاف کا تو اس کے لئے تو آپ کو نہ صرف اجازت بلکہ تاکید ہے کہ ایسا اختلاف ضرور کریں لیکن جہاں آپ کے اختلاف انشقاق پر منتج ہوں گے، جہاں آپ کے اختلافات کے نتیجے میں افتراق ہوں گے اور دل پھٹیں گے یاد رکھیں! یا آپ امت محمدیہ نہیں رہے یا آپ کے اختلاف امت محمدیہ کے اختلاف کے مطابق نہیں ہیں۔کوئی نہ کوئی گڑبڑ وہاں پیدا ہو گئی ہے، کوئی نہ کئی خرابی پیدا ہو چکی ہے اس کو دور کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

پس اختلاف کریں مجلس میں کریں یا باہر کریں اس شرط کے ساتھ کہ ہر اختلاف کے نتیجے میں رحمت نصیب ہو، ترقی ہو اور ایک دوسرے سے محبت پیدا ہو اور ایک دوسرے کا احسان انسان قبول کرے کہ ہاں! آپ نے صحیح بات بتائی پہلے میرے علم میں نہیں تھی شکریہ، جزاک اللہ۔میں پہلے سے بہت زیادہ بہتر سوچنے کی اہلیت رکھتا ہوں اب کیونکہ آپ نے میری راہنمائی فرما دی۔اس قسم کی باتیں اگر اختلاف کے نتیجے میں ہوں تو یہ رحمت کی نشانی ہے۔اگر اس قسم کی باتیں ہوں کہ تم کون ہوتے ہو؟ تم کیا سمجھتے ہو اپنے آپ کو؟ تم زیادہ بڑے تھانیدار آئے ہو؟ تمہیں کس نے مقرر کیا ہے ان باتوں کے لئے؟ بیوقوف ہو، جاہل ہو تمہیں آتا کچھ نہیں مجھے سمجھانے آ گئے ہو۔اگر ایسی باتیں ہیں تو یہ امت محمدیہ کا اختلاف نہیں۔یہ تو جاہلوں کا اختلاف ہے جن کا امت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔قبل از زمانہ اسلام کو زمانہ جاہلیت کہا کرتے تھے اس وقت ایسے اختلاف ہوا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے اپنے دور میں یہ اختلاف ختم ہو چکے تھے۔پھر رفتہ رفتہ بدقسمتی سے بعض عرب ان

پرانے اختلافات کی طرف لوٹے اور ان کو شدید نقصان پہنچا۔

تو مومن تو ایک بل سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا اس تعریف کو پیش نظر رکھیں۔ اگر آپ نے اختلافات کو اپنے لئے زہر قاتل نہ سمجھا اور اس سے زہر قاتل کی طرح پرہیز نہ کیا تو ساری ترقی ضائع ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ غیر قوموں سے عظیم مقابلہ ہے اسلام کی طرف سے، اس وقت اختلاف کا صرف ایک منفی پہلو نہیں ہے جو آپ کو پیش نظر رکھنا ہے، جس سے بچنے کی کوشش کرنی ہے۔ ایک یہ بات بھی ملحوظ رکھیں کہ اختلاف نہ ہونے کے نتیجے میں ایک مثبت طاقت عطا ہوتی ہے جو بہت ہی بڑے اور عظیم کام کرنے کی اہلیت آپ کو عطا کر دیتی ہے۔ وہ طاقت کیسے عطا ہوتی ہے؟ قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے اور وضاحت بھی موجود ہے بار بار یہ فرمایا گیا ہے کہ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (الصّف: ۵) بنو۔ اتحاد کے نتیجے میں تمہیں غیر معمولی طاقت عطا ہوگی، لوگ تمہیں توڑ نہیں سکیں گے پھر۔ بہت سے مختلف اصول بیان فرمائے مختلف رنگ میں۔ روشنی ڈالی اور یہ بتایا کہ اگر اختلاف نہیں کرو گے تو تمہارے اندر ایک ریح پیدا ہوگی اور اگر اختلاف کرو گے تو وہ ریح نکل جائے گی۔ وہ ریح کیا چیز ہے جس کا قرآن کریم ذکر فرماتا ہے؟ وہ کون سی طاقت ہے جو بظاہر اسی تعداد پر مشتمل مسلمان ہونے کے وہ کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی، آتی بھی ہے اور غائب بھی ہو جاتی ہے اور نظر نہیں آتی کہ کیوں ایسا ہو رہا ہے۔ اس پر غور کرنا چاہئے۔

قرآن کریم نے جہاں آسمان سے نازل ہونے والی چیزوں کا ذکر فرمایا وہاں لوہے کا بھی ذکر فرمایا کہ ہم نے لوہے کو آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ اس اصول کے پیش نظر کہ خدا تعالیٰ نے صرف ان چیزوں کے نزول کا ذکر فرمایا ہے جو اپنی جنس میں سب سے زیادہ فائدہ مند تھیں اور باقی چیزوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اپنے نوع میں بعض چیزیں ہیں جو غیر معمولی افادہ کی طاقت رکھتی ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہم نے نازل کیا۔ مثلاً پانی کو نازل کیا، لوہے کو نازل کیا، دودھ دینے والے جانوروں کو نازل کیا، لباس کو نازل کیا، حضرت محمد مصطفی ﷺ کو نازل کیا، کسی اور نبی کو نازل نہیں کیا۔ کیا تو سب کو ہے لیکن ذکر صرف حضرت محمد مصطفی ﷺ کا کیا ہے۔ تو نزول کا لفظ بتاتا ہے کہ ہر نوع میں جو سب سے زیادہ شاندار فائدے کی چیز تھی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ اس پہلو سے میں لوہے کے متعلق غور کرتا رہتا ہوں کہ اس میں کیا آخر غیر معمولی بات

ہے جو دوسری دھاتوں میں نہیں جس کو خدا تعالیٰ نے چن لیا یہ کہہ کر کہ میں نے اسے نازل فرمایا۔ ایک چیز کی طرف میری توجہ سویڈن میں پیدا ہوئی۔ چنانچہ لجنہ کے اجلاس میں بھی میں نے ان کو متوجہ کیا کہ صرف لوہا ایک ایسی دھات ہے جس کے ذرات کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی ہے کہ ایک سمت منہ کر لیں۔ باقی دھاتوں کے ذرات کے منہ مختلف سمتوں میں رہتے ہیں اور بجلی کی جتنی طاقت چاہیں آپ گزاریں ان کے اندر یہ استطاعت ہی نہیں کہ وہ مقناطیس بن سکیں یعنی تانبے میں یہ طاقت نہیں ہے، چاندی میں یہ طاقت نہیں ہے، سونا کتنا ہی قیمتی آپ کو لگے لیکن اس میں یہ طاقت نہیں ہے، پلاٹینم میں یہ طاقت نہیں ہے لیکن لوہے میں ہے کہ وہ مقناطیس بن جاتا ہے اور مقناطیس بننے کا راز یہ ہے کہ اس کے سارے ذرے ایک سمت میں منہ کر لیتے ہیں۔

پس قرآن کریم نے ہمیں بہت بڑی حکمت کا راز بتا دیا اور جب ہم غور کرتے ہیں قرآن کریم کی دوسری آیات پر تو امت محمدیہ کو بالکل لوہے کی دھات کی طرح شمار کیا گیا ہے۔ فرمایا ہے جہاں کہیں بھی ہو ایک طرف منہ کرو ہمیشہ اپنا قبلہ درست رکھو۔ اتنی اہمیت دی گئی ہے یک جہتی کو کہ دنیا کی ساری الٰہی کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں کہیں اتنی اہمیت تو چھوڑ اس کا عشر عشیر بھی آپ کو نہیں ملے گا۔

پس امت محمدیہ کا منہ اگر ایک طرف ہو جائے تو اس میں عظیم مقناطیسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی کا نام ریح ہے جو فرمایا جب تم ایک دوسرے سے منہ پھیر لو گے تو تمہاری ریح نکل جائے گی۔ ریح اس قوت کو کہتے ہیں جو اپنے جسمانی مادے سے بڑھ کر ہوتی ہے وہ نظر نہیں آ رہی ہوتی کیونکہ اس کا دائرہ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ وہ رعب ہے جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے الہامات میں بھی ذکر ملتا ہے۔

پس یک جہتی بہت ضروری ہے کیونکہ ہم نے جو کام کرنے ہیں وہ ہماری موجودہ مادی طاقت سے بہت بڑھ کر ہیں اور اگر ہم ایک طرف رخ کر لیں سارے تو محض ہماری مادی طاقت کے اجتماع کے نتیجے میں جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ نہیں رہے گی بلکہ وہ قوت حاصل ہو جائے گی جسے قرآنی اصطلاح ریح کہتی ہے اور جسے سائنسی اصطلاح مقناطیس کہتی ہے۔

اس پہلو سے جب میں نے غور کیا تو میں حیران رہ گیا کہ ہم پہلے صرف یہ باتیں سوچا

کرتے تھے کہ لوہا وہ دھات ہے جس نے سب سے زیادہ انسان کی تعمیرات میں حصہ لیا ہے، بڑے بڑے کھڑے رہنے والے تعمیری کام یا چلنے پھرنے والی مشینیں لوہے سے بنائی گئیں۔ لیکن پھر مجھے اچانک خیال آیا کہ اس سے بہت زیادہ قوت تو لوہے کی اس صلاحیت میں ہے کہ اس کے ذرے ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ مقناطیس کو نکال دیں انسانی ترقی سے تو ہم ہزاروں سال پیچھے لوٹ جائیں۔ بجلی کی طاقت کا تصور مقناطیس سے پیدا ہوا ہے اور مقناطیس بننے کی لوہے میں صلاحیت نہ ہوتی تو آپ بجلی بنا ہی نہیں سکتے تھے اور اتنے غیر معمولی کام جو اس زمانے میں ہوئے ہیں جس میں انسان کی ترقی کی رفتار بھی ہزاروں گنا آگے بڑھ چکی ہے ان تمام باتوں کا انحصار بجلی پر ہے اور بجلی پیدا ہوتی ہے لوہے کی اس صلاحیت کے نتیجے میں کہ اس کے ذرے ایک طرف ہو جائیں۔

آپ کو خدا نے وہ صلاحیت بخشی ہوئی ہے آپ محمد ﷺ کی امت ہیں۔ آپ کو فرمایا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ ایک طرف رخ کرو تمہارے اندر ایک عظیم روح پیدا ہوگی۔ کیوں وہ طاقت حاصل نہیں کرتے؟ اس لئے آپ کی انفرادی طاقت کا مجموعہ خواہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اس اثر پر اگر آپ عمل کر جائیں تو آپ کے اندر اتنی غیر معمولی قوت جاذبہ پیدا ہو جائے گی کہ پھر تو آنے والوں کا یہ حال ہوگا:۔

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبہ دل
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

(دیوان غالب صفحہ:۲۹۶)

مقناطیسی قوت یہ بات پیدا کر دیا کرتی ہے۔ لوگوں کے لئے چارہ ہی نہیں رہے گا سوائے اس میں کہ آپ میں آئیں اور آپ میں شامل ہوتے چلے جائیں۔ خدا کرے کہ جلد تر وہ قوت ہمیں نصیب ہو۔ آمین۔